اسلامی تہذیب اور اس کے اصول و مبادی

(۸)

(ایمان)

ایمان کی حقیقت شخصی کردار میں اس کی بنیادی اہمیت، اور اجتماعی تہذیب میں اس کی اساسی حیثیت آپ کو معلوم ہو چکی ہے، اب دیکھیے کہ اسلام نے کن چیزوں پر ایمان لانے کی دعوت دی ہے؟ اس کے ایمانیات عقلی تنقید کے معیار پر کس حد تک پورے اترتے ہیں؟ اس کے نظام میں ایمان کی حیثیت کیا ہے؟ اور انسان کے شخصی کردار اور اجتماعی سیرت پر اس کا کیا اثر پڑتا ہے؟

اسلام کے ایمانیات قرآن مجید میں اسلام کے ایمانیات اتنی تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں کہ ان میں کسی اختلاف کی گنجائش باقی نہیں رہی ہے مگر جن لوگوں نے قرآن کے اسلوب بیان کو نہیں سمجھا ہے یا اس کے مضامین کا احاطہ نہیں کیا ہے، ان کو چند در چند غلط فہمیاں ہو گئی ہیں۔ قرآن کا اسلوب یہ ہے کہ کہیں وہ تمام ایمانیات کو یکجا بیان کرتا ہے، اور کہیں موقع و محل کے لحاظ سے بعض اجزا یا صرف ایک جز بیان کر کے اسی پر زور دیتا ہے۔ اس سے لوگ یہ سمجھے کہ اسلام کے ایمانیات کا تجزیہ کیا جا سکتا ہے یعنی ان میں سے کسی ایک یا بعض پر ایمان لانا کافی ہے، اور بعض کے انکار کرنے کے باوجود انسان فلاح پا سکتا ہے۔ حالانکہ قرآن کا ناطق فیصلہ یہ ہے کہ جتنے امور اس نے ایمانیات کے طور پر پیش کئے ہیں ان سب کو ماننا ضروری ہے۔ ان کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ وہ سب مل کر ایک ناقابل تجزیہ و تحلیل کل بناتے ہیں، جس کو من حیث المجموع تسلیم کرنا چاہئے۔ اگر ان میں سے ایک کا بھی انکار کیا گیا تو وہ باقی سب کے اقرار کو باطل کر دے گا۔

قرآن میں ایک جگہ کہا گیا ہے کہ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ۔ (۴۱: ۳)

اس آیت میں صرف خدا پر ایمان لانے کا ذکر ہے اور اسی پر دنیا و آخرت کی کامیابی کا مژدہ سنایا گیا ہے۔

دوسری جگہ خدا کے ساتھ یوم آخر کا بھی ذکر ہے مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ (۲ : ۸) یہی مضمون آل عمران (۱۲) مائدہ (۱۰) اور رعد (۳) میں بھی ہے۔

تیسری جگہ خدا اور رسولوں پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے۔ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ (۳ : ۱۸) یہی مضمون حدید (۴) میں بھی ہے۔

ایک اور جگہ ایمان دار اس شخص کو کہا گیا ہے۔ جو خدا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (۲۴ : ۹) محمد (۴) جن (۲) اور اعلیٰ (۱) میں اسی مضمون کا اعادہ ہے۔

ایک جگہ خدا، محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور قرآن تین چیزوں پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے۔ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا (۲۴ : ۱)

ایک جگہ خدا کتب آلہی، قرآن اور یوم آخر چار چیزوں کا ذکر ہے۔ وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ...... وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ (۴ : ۲۲)۔

ایک اور جگہ خدا، ملائکہ انبیاء اور قرآن کے انکار کو کفر و فسق قرار دیا گیا ہے مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ (۲ : ۱۲)۔

ایک جگہ اللہ، ملائکہ، کتب آلہی، انبیاء اور قرآن پر ایمان لانے والوں کو مومن کہا گیا ہے۔ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ (۲ : ۴۰)۔

دوسری جگہ ایمان کے پانچ اجزا بیان کئے گئے ہیں۔ ایمان باللہ و یوم آخر۔ و ملائکہ و کتب الٰہی وانبیاء۔ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ...... اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (۲ : ۲۲)۔

سورہ النساء میں مذکورہ بالا پانچ کے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پر بھی ایمان لانے کی تاکید کی گئی ہے اور ان کا انکار کرنے والے کو کافر اور گمراہ قرار دیا گیا ہے (ملاحظہ ہو رکوع ۲۰)

ایک جگہ صرف یوم آخر کے اقرار پر زور دیا گیا ہے اور اس کے انکار کو نامرادی کا سبب بتلایا گیا ہے۔ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ (۶ : ۴) اسی مضمون کا اعادہ اعراف (۱۷) یونس (۱) فرقان (۲) نمل (۱) صافات (۱) میں ہے۔

دوسری جگہ یوم آخر کے ساتھ کتب الٰہی کے انکار کو بھی عذاب الیم کا موجب قرار دیا گیا ہے: اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا وَّكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا۔ (۷۸ : ۱)۔

تیسری جگہ یوم آخر اور کتب الٰہی کے ساتھ قرآن کو بھی ایمانیات میں شامل کیا گیا ہے۔ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ۔ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (۲ : ۱)

چوتھے مقام پر کہا گیا ہے کہ یوم آخر، کتب الٰہی اور انبیاء کے انکار سے تمام اعمال پر پانی پھر جاتا ہے۔ ایسا شخص دوزخی ہے اور اس کے عمل کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ (۱۸ : ۱۲)۔

کتب الٰہی پر ایمان لانے کا اوپر بار بار ذکر آیا ہے، اور ان میں سے تورات، انجیل، زبور، اور صحف ابراہیم کے نام تصریح کے ساتھ لئے گئے ہیں۔ مگر قرآن میں بیسیوں مقامات پر بھی صاف کہدیا گیا ہے کہ ان کتابوں کا ماننا ہرگز کافی نہیں ہے۔ ان کے ساتھ قرآن کا ماننا بھی ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص تمام کتابوں کو مانتا ہو اور قرآن کو نہ مانتا ہو، تو وہ اسی طرح کافر ہے جس طرح تمام کتابوں کا انکار

کرنے والا ہے۔ ملاحظہ ہو بقرہ (۱۱-۱۲-۱۴-۱۶) نساء (۷) مائدہ (۲-۱۰) رعد (۴) عنکبوت (۵) زمر (۴)
بھی نہیں بلکہ خدا کی بھیجی ہوئی ہر کتاب کو پورا کا پورا ماننا لازم ہے۔ اگر کوئی شخص اس کی بعض باتوں کو مانے
اور بعض کو نہ مانے تو وہ بھی کافر ہے۔ (۲: ۱۰)

اسی طرح انبیاء کے متعلق تصریح ہے کہ ان سب پر ایمان لانا ضروری ہے جن کے نام لئے گئے ہیں
ان پر تفصیلاً اور جن کے نام نہیں ہیں ان پر اجمالاً لیکن اگر کوئی شخص تمام انبیاء پر ایمان رکھتا ہو اور صرف محمد
صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کرے تو وہ یقیناً کافر ہے۔ قرآن میں ایک جگہ نہیں بیسیوں مقامات پر اس
کی تصریح کی گئی ہے۔ اور تمام انبیاء کے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے اقرار کو ایمان کی لازمی شرط
قرار دیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو بقرہ (۱۴) نساء (۲۳) مائدہ (۳-۱۱) انعام (۱۹) اعراف (۱۹-۲۰) انفال
(۳) مومنون (۴) شوریٰ (۵) محمد (۱) طلاق (۲) ان میں سے اکثر آیات ایسی ہیں جن میں حضرت موسیٰ
اور حضرت عیسیٰ کی امتوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ جب تک
تم قرآن اور محمد صلعم پر ایمان نہ لاؤ تم کو ہدایت نہیں مل سکتی۔

ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ اسلام کے ایمانیات پانچ ہیں (۱) خدا (۲) ملائکہ (۳) کتب الٰہی
جن میں قرآن بھی شامل ہے (۴) انبیاء جنہیں رسول عربی محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہیں (۵) یوم آخر یعنی
قیامت۔ یہ اجمال ہے آگے چل کر بتایا جائے گا کہ ان میں سے ہر ایک کے متعلق تفصیلی عقیدہ کیا ہے؟ ان
میں باہم کیا تعلق ہے جس کی وجہ سے ان کو الگ نہیں کیا جا سکتا، اور ایک کے انکار سے سب کا انکار لازم
آتا ہے؟ اور ان میں سے ہر ایک کو ایمانیات میں داخل کرنے کا فائدہ کیا ہے؟

عقلی تنقید | یہ پانچوں ایمانیات امور غیب کے قبیل سے ہیں، اور عالم آب و گل سے ماوراء،
اس لئے ہماری تقسیم کے مطابق یہ مذہبی و روحانی ایمانیات ہیں لیکن ان کی خصوصیت یہ ہے کہ اسلام نے
ان پر اپنے روحانی نظام ہی کی نہیں بلکہ اخلاقی سیاسی اور تمدنی نظام کی بنیاد بھی رکھی ہے۔ اس نے دین

اور دنیا دونوں کو باہم ملا کر ایک ایسا نظام وضع کیا ہے جس کے تحت انسانی زندگی کے تمام شعبے حرکت کرتے ہیں، اور اس نظام کو اپنے قیام و بقا اور اپنے تصرفات کے لئے جتنی طاقت کی ضرورت ہے وہ سب انہی پانچوں ایمانیات سے حاصل ہوتی ہے۔ یہ اس کے لئے قوت کا ایک لامتناہی سرچشمہ ہیں جس کی رسد کبھی بند نہیں ہوتی۔ اب ہم کو دیکھنا چاہئے کہ جن ایمانیات سے اتنا بڑا کام لیا گیا ہے۔ وہ عقلی حیثیت سے کیا پایہ رکھتے ہیں؟ اور ان میں کسی ایسے ہمہ گیر اور ترقی پذیر نظام کے لئے اساس اور منبع قوت بننے کی کہاں تک صلاحیت موجود ہے؟

اس سوال کی تحقیق میں قدم آگے بڑھانے سے پہلے ہم کو یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ اسلام ایک ایسی تہذیب کی بنیاد رکھنی چاہتا ہے جو صحیح معنوں میں انسانی تہذیب ہو۔ یعنی اس کا تعلق کسی خاص ملک، یا نسل کے لوگوں سے نہ ہو، نہ کوئی مخصوص رنگ رکھنے والی یا مخصوص زبان بولنے والی قوم اس کے ساتھ اختصاص رکھتی ہو۔ بلکہ تمام نوع انسانی کی فلاح اس کی مقصود ہو۔ اور اس کے زیر اثر ایک ایسا نظام اجتماعی قائم ہو سکے جس میں ہر اس چیز کو پرورش کیا جائے جو انسان کے لئے بحیثیت انسان ہونے کے خیر و صلاح ہے اور ہر اس چیز کو مٹایا جائے جو اس کے لئے شر اور فساد ہے، ایسی ایک خالص انسانی تہذیب کی بنیاد ان ایمانیات پر نہیں رکھی جا سکتی جو عالم آب و گل سے تعلق رکھتے ہوں۔ اس لئے کہ مادیات اور محسوسات دو حال سے خالی نہیں ہیں۔ یا تو وہ ایسے ہیں جن کے ساتھ تمام انسانوں کا تعلق یکساں ہے، مثلاً سورج، چاند، زمین، ہوا، روشنی وغیرہ۔ یا ایسے ہیں جن کے ساتھ تمام انسانوں کا تعلق یکساں نہیں ہے، مثلاً وطن، نسل، رنگ، زبان وغیرہ۔ پہلی قسم کی چیزوں میں تو ایمانیات بننے کی صلاحیت ہی نہیں ہے، کیونکہ ان کے نفس وجود پر ایمان لانا تو محض بے معنی ہے، اور ان پر اس حیثیت سے ایمان لانا کہ وہ انسان کی صلاح میں کوئی اختیاری تاثیر رکھتے ہیں۔ از روئے علم و عقل غلط ہے۔ علاوہ بریں ان پر کسی حیثیت سے بھی ایمان لانے کا کوئی نفع انسان کی روحانی، اخلاقی اور عملی زندگی میں مترتب نہیں ہوتا۔ رہیں دوسری قسم کی چیزیں، تو یہ ظاہر ہے کہ وہ ایک مشترک انسانی تہذیب کے لئے اساس نہیں بن سکتیں، کیونکہ وہ بنائے تفریق و

تقسیم ہیں، نہ کہ بنائے جمع و تالیف۔ لہذا یہ قطعاً ناگذیر ہے کہ اس قسم کی تہذیب کی بنیاد ایسے ایمانیات پر رکھی جائے جو مادّیات و حسیات سے ماوراء ہوں"،

لیکن ان کا محض مادیات و حسیات سے ماوراء ہونا ہی کافی نہیں ہے، اس کے ساتھ ضرورت ہے کہ ان میں چند اور خصوصیات بھی پائی جائیں۔

۱۔ وہ خرافات اور اوہام نہ ہوں بلکہ ایسے امور ہوں جن کی تصدیق پر عقل سلیم مائل ہو سکتی ہو۔

۲۔ وہ دور از کار باتیں نہ ہوں بلکہ ہماری زندگی سے ان کا گہرا تعلق ہو۔

۳۔ ان میں ایسی معنوی قوت ہو جس سے تہذیب کا نظام، انسان کے قوائے فکر و عمل پر تسلط قائم کرنے میں پوری طرح مدد حاصل کر سکے۔

اس لحاظ سے جب ہم اسلام کے ایمانیات پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان تینوں آزمائشوں میں پورے اترتے ہیں۔

اولاً اسلام نے خدا، ملائکہ، وحی، رسالت اور یوم آخر کا جو تصور پیش کیا ہے اس میں کوئی استحالۂ عقلی نہیں ہے، اس کے اندر کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کا صحیح ہونا غیر ممکن ہو، نہ کوئی ایسی بات ہے جس کو ماننے سے عقل سلیم انکار کرتی ہو۔ اس میں شک نہیں کہ عقل ان کا احاطہ نہیں کر سکتی ان کی کنہ تک نہیں پہنچ سکتی، ان کی حقیقتوں کو کماحقہٗ نہیں سمجھ سکتی، لیکن ہمارے اہل علم و حکمت نے اب تک جتنے مجردات و مفارقات کی تصدیق کی ہے ان سب کا یہی حال ہے۔ توانائی (انرجی) حیات، جذب و کشش، نشو و ارتقاء اور ایسے ہی دوسرے امور کی تصدیق ہم نے اس بناء پر نہیں کی ہے کہ ہم انکی حقیقتوں کو پوری طرح سمجھ چکے ہیں، بلکہ اس بناء پر کی ہے کہ ہم نے جن مختلف قسم کے مخصوص آثار کا مشاہدہ کیا ہے ان کی توجیہ و تعلیل کے لئے ہمارے نزدیک ان امور کا موجود ہونا ضروری ہے، اور ظواہر اشیاء کے باطنی نظام کے متعلق جو نظریات ہم نے قائم کئے ہیں وہ ان امور کے موجود ہونے کا اقتضاء کرتے ہیں۔ پس اسلام جن مجردات

ایمان لانے کا مطالبہ کرتا ہے۔ ان کی تصدیق کے لئے بھی یہ ضروری نہیں ہے کہ ہماری عقل ان کی حقیقتوں کو پوری طرح سمجھ لے اور ان کا احاطہ کرلے بلکہ اس کے لئے صرف اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ کائنات اور انسان کے متعلق جو نظریہ اسلام نے قائم کیا ہے۔ وہ خلاف عقل نہیں ہے، اس کا صحیح ہونا اغلب ہے، اور وہ ان پانچوں امور کے وجود کا مقتضی ہے جو اسلام نے ایمانیات کی طور پر پیش کئے ہیں۔

اسلام کا نظریہ ہے کہ (۱) کائنات کا نظم ایک قادر مطلق ہستی کا قائم کیا ہوا ہے اور وہی اس کو چلا رہی ہے۔(۲) اس قادر مطلق ہستی کے ماتحت بے شمار دوسری ہستیاں ہیں جو اس کے احکام کے مطابق اس وسیع کائنات کی تدبیر کر رہی ہیں۔

(۳) انسان کے وجود میں اس کے خالق نے خیر اور شر دونوں کے میلانات رکھے ہیں۔ دانائی اور نادانی، علم اور جہل دونوں کا اس کے اندر اجتماع ہے غلط اور صحیح دونوں طرح کے راستوں پر وہ چل سکتا ہے ان متضاد قوتوں اور متخالف میلانات میں سے جس کا غلبہ ہوتا ہے اسی کی پیروی انسان کرنے لگتا ہے۔ اس تنازع خیر و شر میں خیر کی قوتوں کو مدد پہونچانے اور انسان کو سیدھی راہ دکھانے کے لئے اس کا خالق خود بنی نوع انسان ہی میں سے ایک بہتر آدمی کو انتخاب کرتا ہے اور اس کو علم صحیح عطا کرکے لوگوں کی ہدایت پر مامور کردیتا ہے۔ انسان کوئی غیر ذمہ دار اور غیر مسئول ہستی نہیں ہے۔ وہ اپنے تمام اختیاری اعمال کے لئے اپنے خالق کے سامنے جواب دہ ہے۔ ایک دن اس کو ذرہ ذرہ کا حساب دینا ہوگا۔ اور اپنے اعمال کے اچھے یا برے نتائج دیکھنے ہوں گے۔

یہ نظریہ خدا، ملائکہ، وحی، رسالت اور یوم آخر پانچوں امور کے وجود کا مقتضی ہے۔ اس میں کوئی بات ایسی نہیں ہے جو عقلاً محال ہو۔ نہ اس کی کسی چیز کو وہمیات و خرافات سے تعبیر کیا جاسکتا ہے برعکس اس کے ہم اس پر جس قدر زیادہ غور کرتے ہیں اسی قدر اس کی تصدیق کی جانب ہمارا میلان بڑھتا جاتا ہے۔ خدا کی حقیقت خواہ ہماری سمجھ میں نہ آسکے، مگر اس کا وجود تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں یہ ایک

ایسی ضرورت ہے جس کے بغیر کائنات کا معما کسی طرح حل نہیں ہوتا۔ ملائکہ کے وجود کی کیفیت ہم متعین نہیں کرسکتے مگر ان کے نفس وجود میں شک کی گنجائش نہیں ہے۔ تمام اہل علم و حکمت نے ان کی ہستی کو کسی نہ کسی طور پر تسلیم کیا ہے۔ اگرچہ وہ ان کو اس نام سے یاد نہیں کرتے جس سے قرآن انہیں موسوم کرتا ہے۔ قیامت کا آنا اور ایک نہ ایک دن دنیا کے نظام کا درہم برہم ہوجانا عقلی قیاسات کی رو سے اغلب بلکہ قریب بیقین ہے البتہ انسان کا اپنے خدا کے آگے جواب دہ ہونا، اور اپنے اعمال کے لئے مستوجب جزا و سزا ہونا کسی قطعی دلیل سے ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ مگر عقل سلیم اس حد تک تسلیم کرنے پر مجبور ہے کہ انسان کی موت اور موت کے بعد کی حالت کے مطابق جتنے نظرے قائم کئے گئے ہیں، ان میں سب سے زیادہ . . . .
بہتر نتیجہ خیز اور اقرب الی القیاس نظریہ وہی ہے جو اسلام نے قائم کیا ہے۔ رہا وحی اور رسالت کا مسئلہ تو یہ ظاہر ہے کہ اس کا کوئی سائنٹفک ثبوت نہیں پیش کیا جاسکتا مگر جن کتابوں کو وحی الہی کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے اور جن لوگوں کو خدا کا رسول کہا گیا ہے ان کے معانی اور ان کی سیرتوں کے مطالعہ سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ نوع انسانی کے افکار و اعمال پر ان کے برابر گہرے، وسیع پائدار اور مفید اثرات کسی کتاب اور کسی رہنما نے نہیں ڈالے۔ یہ بات اس امر کا یقین کرنے کے لئے کافی ہے کہ ان میں کوئی غیر معمولی بات ضرور تھی جو نہ انسانی تصنیفات کو نصیب ہے۔ اور نہ معمولی انسانی لیڈروں کو۔

اس بیان سے یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ اسلام کے ایمانیات عقل کے خلاف نہیں ہیں عقل کے پاس ان کی تکذیب کے لئے کسی قسم کا مواد نہیں ہے۔ ان میں کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ علمی اور عقلی ارتقاء کے کسی مرتبہ پر پہنچ کر انسان ان کو رد کردینے پر مجبور ہوجائے۔ بلکہ اس کے برعکس عقل ان کی اغلبیت کا حکم لگاتی ہے۔۔ رہا ایمان اور تصدیق کا معاملہ، تو اس کا تعلق عقل سے نہیں ہے، وجدان اور ضمیر سے ہے۔ ہم جتنے مجردات اور غیبیات کو مانتے ہیں، ان سب کی تصدیق دراصل ہمارے وجدان پر مبنی ہوتی ہے۔ اگر کسی امر غیب کو ہم نہ ماننا چاہیں یا ہمارا دل اس پر نہ ٹھکتا ہو، تو کسی عقلی دلیل سے

ہم کو اس کی تصدیق پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ مثال کے طور پر ایتھر کے وجود پر جتنے دلائل قائم کئے گئے ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو یقینی طور پر اس کو ثابت کر دیتا ہو، اور اس کی صحت میں شک کی گنجائش نہ چھوڑتا ہو انہیں دلائل کو دیکھ کر بعض اہل حکمت اس پر ایمان لے آتے ہیں، اور انہیں کو بعض دوسرے حکماء ناکافی سمجھ کر ایمان لانے سے انکار کر دیتے ہیں۔ پس تصدیق و ایمان کا انحصار در اصل ضمیر کے اطمینان اور وجدان کی گواہی پر ہے البتہ عقل کا اس میں اتنا دخل ضرور ہے کہ جن کی تصدیق عقل کے خلاف ہوتی ہے ان کے بارے میں وجدان اور عقل کے درمیان کشمکش برپا ہوتی ہے، اور ایمان ضعیف ہو جاتا ہے۔ اور جن کی تصدیق قیاس عقلی کے خلاف نہیں ہوتی، یا جن کی تصدیق میں عقل بھی ایک حد تک مددگار ہوتی ہے، ان کے بارے میں ضمیر کا اطمینان زیادہ بڑھ جاتا ہے، اور اس سے ایمان کو قوت حاصل ہوتی ہے۔

ثانیاً غیبیات میں سے بیشتر امور ایسے ہیں جن کی حیثیت محض علمی ہے یعنی ان سے ہماری عملی زندگی کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ مثلاً جواہر فردہ (Atoms) برق پارے (Electrons) ایتھر (Ether) ھیولی، صورت مطلقہ، مادہ، فطرت و قانون فطرت، قانون علت و معلول اور ایسے ہی بیسیوں علمی مسلمات یا مفروضات کہ ان کے ماننے یا نہ ماننے کا ہماری زندگی کے معاملات پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ لیکن اسلام نے جن امور غیب پر ایمان لانے کی دعوت دی ہے وہ ایسے نہیں ہیں ان کی حیثیت محض علمی ہی نہیں ہے، بلکہ ہماری اخلاقی اور عملی زندگی سے ان کا گہرا تعلق ہے ان کی تصدیق کو اصل الاصول قرار دینے کی وجہ یہی ہے کہ وہ محض علمی صداقتیں ہی نہیں ہیں، بلکہ ان کا صحیح علم اور ان پر کامل ایمان ہمارے نفسانی اوصاف و خصائل ہمارے شخصی اعمال اور اجتماعی معاملات پر شدت کے ساتھ اثر انداز ہوتا ہے۔ اس کا تفصیلی بیان آگے آئے گا۔

ثالثاً اسلام کے نظام تہذیب کو مختلف عقلی اور علمی مراتب رکھنے والی وسیع انسانی آبادیوں کی زندگی کے مخفی اور جزئی سے جزئی شعبوں تک میں اپنی حکومت قائم کرنے اور اپنی گرفت مضبوط

رکھنے کے لئے جس قوت کی ضرورت ہے وہ صرف انہی ایمانیات سے حاصل ہوسکتی ہے، جن کی تصدیق کا اسلام نے مطالبہ کیا ہے۔ یہ یقین کہ ایک سمیع و بصیر، قاہر و غالب اور رؤوف و رحیم خدا ہمارے اوپر حکمران ہے۔ اس کے بیشمار لشکر ہر جگہ ہر آن موجود ہیں پیغمبر اسی کا بھیجا ہوا ہے۔ جو احکام اس نے ہمکو دئے ہیں وہ اس نے خود نہیں گھڑے ہیں۔ بلکہ سب کے سب خدا کی طرف سے ہیں، اور اپنی اطاعت یا سرکشی کا اچھا یا بُرا نتیجہ ہم کو ضرور دیکھنا پڑے گا۔ اپنے اندر وہ زبردست اور ہمہ گیر طاقت رکھتا ہے جو اس کے سوا کسی اور ذریعے سے حاصل نہیں کی جاسکتی۔ مادی طاقتیں صرف جسم کو جکڑ سکتی ہیں۔ تربیت اور تعلیم کے اخلاقی اثرات انسانی سوسائٹی کے صرف اعلیٰ طبقوں تک پہنچ سکتے ہیں، قانون صرف وہاں کام کرسکتا ہے جہاں اس کے کارندوں کی پہنچ ہو، مگر یہ وہ قوت ہے جو دل اور روح پر قبضہ کرتی ہے، عوام اور خواص، جاہل اور عالم دانشمند اور بے دانش سبھی کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہے جنگل کی تنہائیوں اور رات کی تاریکیوں تک میں اپنا کام کرتی ہے، جہاں گناہ سے روکنے والا، اس پر ملامت کرنے والا حتیٰ کہ اس کو دیکھنے والا بھی کوئی نہیں ہوتا۔ وہاں خدا کے حاضر و ناظر ہونے کا یقین، پیغمبر کی دی ہوی تعلیم کے برحق ہونے کا یقین، قیامت کی بازپرس کا یقین، وہ کام کرتا ہے جو نہ کوئی پولیس کا سپاہی کرسکتا ہے، نہ عدالت کا حاکم، نہ پروفیسر کی تعلیم۔ پھر جس طرح اس یقین نے معمورۂ ارضی پر پھیلے ہوئے بیشمار مختلف و متضاد انسانی عناصر کو جمع کیا، ان کو ملاکر ایک قوم بنایا، ان کے تخیلات، اعمال اور اطوار میں غایت درجہ کی یکجہتی پیدا کی، ان کے اندر اختلاف ظروف و احوال کے باوجود ایک تہذیب پھیلائی، اور ان میں ایک اعلیٰ مقصد کے لئے فداکاری کی والہانہ روح پھونکی اس کی مثال کہیں ڈھونڈے نہیں مل سکتی (باقی)

یورپ کی تباہی کے اسباب

از

جناب ذوقی شاہ صاحب

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِي آتَيْنَاهُ آيَاتِنَا
فَانسَلَخَ مِنْهَا فَأَتْبَعَهُ الشَّيْطَانُ
فَكَانَ مِنَ الْغَاوِينَ ۝ وَلَوْ شِئْنَا
لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَلَٰكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى
الْأَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ فَمَثَلُهُ
كَمَثَلِ الْكَلْبِ ج إِن تَحْمِلْ عَلَيْهِ
يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَث ذَٰلِكَ
مَثَلُ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا
فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ
سَاءَ مَثَلًا الَّذِينَ كَذَّبُوا
بِآيَاتِنَا وَأَنفُسَهُمْ كَانُوا
يَظْلِمُونَ ۝ مَن يَهْدِ اللَّهُ
فَهُوَ الْمُهْتَدِي ج وَمَن يُضْلِلْ

"اور ان لوگوں کو اس شخص کا حال پڑھ کر سنا دو کہ ہم نے اس کو
اپنی نشانیاں دیں، پھر وہ ان سے نکل گیا، پھر شیطان اس کے
پیچھے لگ گیا، سو وہ گمراہوں میں سے ہو گیا اور اگر ہم چاہتے تو
اس کو ان نشانیوں کی بدولت بلند مرتبہ کر دیتے مگر وہ تو زمین
کا ہو گیا (یعنی دنیا کی جانب ٹوٹ پڑا)، اور اپنی خواہش نفسانی کی
پیروی کرنے لگا تو اس کی حالت کتے کی سی ہو گئی کہ اگر تو اس پر
بوجھ لادے تب بھی زبان لٹکا دے اور ہانپنے لگے، اور
چھوڑ دے تب بھی زبان لٹکا دے اور ہانپنے لگے؛ یہی حالت
اس قوم کی بھی ہے جس نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا، تم یہ قصہ ان کو
انھیں سنا دو تاکہ وہ کچھ غور و فکر کریں۔ اس قوم کی حالت
بری ہے جو ہماری نشانیوں کو جھٹلاتی ہے اور اپنی اس حرکت
سے وہ لوگ اپنی ہی جانوں پر ظلم کرتے ہیں جس کو اللہ
ہدایت کرے وہی ہدایت پاتا ہے اور جسے وہ گمراہ

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝
وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا
مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ لَهُمْ قُلُوْبٌ
لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا
يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ
بَلْ هُمْ اَضَلُّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ۝
×× ×× × وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا
سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝
وَاُمْلِيْ لَهُمْ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ۝ اَوَ
لَمْ يَتَفَكَّرُوْا مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ
جِنَّةٍ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ اَوَ
لَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ
وَّاَنْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ
اَجَلُهُمْ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ۝
مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَيَذَرُهُمْ
فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝

(الاعراف ۔ رکوع ۲۲ - ۲۳)

کرے وہ خسارہ میں رہا۔ اور البتہ تحقیق ہم نے دوزخ
کے لئے بہت سے جن اور انسان پیدا
کئے۔ جن کے دل ہیں
مگر ان سے وہ سمجھتے نہیں، اور جن کی آنکھیں ہیں مگر
ان سے دیکھتے نہیں، اور جن کے کان ہیں مگر وہ ان
سے سنتے نہیں۔ یہ لوگ مثل چوپایوں کے ہیں بلکہ ان سے بھی
زیادہ گمراہ۔ یہ لوگ غافل ہیں × × × × × ×
اور جو لوگ ہماری نشانیوں کو جھٹلاتے ہیں ہم تدریج
ان کو اس طرح لئے جاتے ہیں کہ انھیں خبر بھی نہیں
ہونے پاتی اور میں ان کو ڈھیل دیتا ہوں (مگر) میری
تدبیر نہایت مضبوط ہے۔ کیا وہ لوگ غور نہیں کرتے
کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی اچھی تعلیم دی
اور ایسی اچھی تعلیم دینے والے صاحب میں ناممکن
ہے کہ ذرا سا بھی جنون ہو۔ بلکہ وہ تو صاف صاف
(بری باتوں کے نتائج سے) ڈرانے والے ہیں۔ کیا
وہ لوگ اس بادشاہت پر بھی نظر نہیں ڈالتے (اور
غور نہیں کرتے) جو آسمانوں اور زمین پر چھائی ہوئی
ہے اور جو ہر اس چیز پر حکمران ہے جو اللہ تعالیٰ نے
پیدا کی، اور کیا اس بات کا امکان بھی ان کے ذہن میں نہیں آتا کہ ان کی اجل ہی قریب آگئی ہو۔

پھر اس کے ماوراء یہ لوگ اب کس بات پر ایمان لاوینگے جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی راہ راست پر نہیں لا سکتا۔ ایسوں کو جو ان کی سرکشی کے وہ گمراہی میں بھٹکتا اور سرگردان چھوڑ دیتا ہے "!

تمدن جدید کی اس ہوش اوڑا دینے والی روشنی میں، تہذیب وشائستگی کے طول طویل دعووں کی اس بلند آہنگی میں، سائنس اور حکمت کے اس نظر فریب دور میں امن و امان کا چیخ چیخ کر کلمہ پڑھنے والی اس بیسویں صدی میں، یورپ کی ۱۹۱۴ء والی خونخوار اور خوفناک جنگ کیسے وقوع میں آگئی جو اپنی خونخواری میں اپنی نظیر آپ ہی ہے اور جس کے تباہ کن اثرات سے ساری دنیا چیخ اٹھی؟ سمندر میں آگ لگائی گئی۔ خشکی پر موت برسائی گئی، خدا کی پیدا کردہ پاک صاف حیات بخش حیات پرور ہوا زہر سے بجھائی گئی۔ آب دوز کشتیوں نے مچھلیوں تک کو چین نہ لینے دیا، توپوں اور ہوائی جہازوں نے چرند پرند اور کیڑوں مکوڑوں تک کو آرام نہ کرنے دیا۔ کمزور عورتیں اور معصوم بچے تباہ ہوگئے۔ بے گناہ انسان کثیر تعداد میں فنا کی وادی میں دھکیل دیے گئے، اندھوں لولوں لنگڑوں کی تعداد میں اضافہ کر دیا گیا۔ پبلک کا روپیہ بجائے امور منفعت عامہ میں صرف ہونے کے کروڑوں نہیں بلکہ اربوں کی مقدار میں گولی بارود میں پھونک دیا گیا، زہریلی گیس میں اُڑا دیا گیا۔ اللہ کی زمین کو ویران کیا گیا۔ دنیا کو مفلس و نادار و مصیبت زدہ بنا دیا گیا۔ یہ سب کچھ آخر کیوں ہوا اور تہذیب وشائستگی کے نام پر جدید اور انوکھے معنی کا یہ لباس کس اٹل ضرورت کی بنا پر پہنایا گیا؟ پھر میدان جنگ کی ہیبت ناک خونریزیوں کے ختم ہوتے ہی دنیا میں چاروں طرف اقتصادی اور تجارتی جنگ کی گرم بازاری کیوں شروع ہوگئی اور دنیا کو چین لینے اور چین سے بیٹھنے کا موقع کیوں اب تک نہ مل سکا؟ سب سے زیادہ حیرت انگیز بات جو قابل استفسار ہے یہ ہے کہ مغربی دنیا نے اس جنگ سے اب تک کما حقہٗ کوئی مفید سبق کیوں نہ حاصل کیا اور چپکے چپکے ایک دوسری جنگ کی تیاریاں کیوں عمل میں آرہی ہیں جو پہلی جنگ سے بھی بہت زیادہ خونخوار اور بھیانک ثابت ہونے کی دھمکی دے رہی ہے؟۔

یہ سچ ہے کہ لڑائیاں اس دنیا میں پہلے بھی ہو چکی ہیں۔ لوٹ مار اور کشت و خون کی نوبت پہلے بھی بارہا آچکی ہے، زمین کے محدود حصوں کے عارضی حکمران پہلے بھی آپس میں سر ٹکرا چکے ہیں۔ مگر اے یورپ کے باشندو! اور اے یورپ کے باشندے ہونے پر فخر کرنے والو! وہ زمانہ تو اتنا ترقی یافتہ نہ تھا جتنا ترقی یافتہ کہ تم اپنے زمانہ کو قرار دیتے ہو وہ لوگ تو تمہارے نزدیک وحشی یا نیم وحشی تھے۔ ان کا تمدن تو تمہاری نگاہ میں بہت گرا ہوا تھا۔ تم اپنے نزدیک اعلیٰ درجہ کا تعلیم یافتہ، اعلیٰ درجہ کا ترقی یافتہ، اعلیٰ درجہ کا حریت پسند، آزادی کا عاشق، امن و امان کا دلدادہ، منصف مزاج، انصاف پرور، مساوات کا حامی، جمہوریت پر شیدا، اور خون ناحق کا دشمن سمجھتے ہو۔ تم کیوں جنگ کے وحشیانہ گڑھے میں کود پڑے؟ تم نے کیوں اپنے سائنس کے بل بوتے پر اپنے سائنٹفک اکتشافات کی مدد سے (جن کو تم نے بقول خود خلق کی نفع رسانی کے لئے ایجاد کیا تھا) انسانی خون کی وہ ندیاں بہائیں جنہیں دیکھ کر تاریخ گذشتہ کے خونیں اوراق زرد پڑ گئے؟ تمہیں تو اپنی اعلیٰ ترقیوں پر وہ ناز ہے کہ تم اپنے لئے مذہب کی ضرورت ہی کو تسلیم نہیں کرتے خدا کی رہنمائی ہی کو ضروری قرار نہیں دیتے۔ خدا کے وجود تک کے منکر ہو۔ یا کم از کم ذات باری کی ہستی کے متعلق شک و شبہ میں گرفتار ہو تمہارے نزدیک مذہب ایک ڈھکوسلہ ہے، خبط ہے، توہم پرستی ہے۔ صرف نیم وحشی اقوام کو ڈرا دھمکا کر سیدھا رکھنے کا ایک بہانہ ہے۔ تم اپنی ہستی کو اس درجہ برتر سمجھتے ہو کہ مذہب کی ضرورت سے تم نے اپنے کو مستغنی قرار دے رکھا ہے۔ مذہب اور صحیح معنوں میں روحانیت سے تم کو نفرت ہے، اور باوجود ان عقل پرور چیزوں سے بے تعلقی کے تم اپنے کو عقلمند سمجھتے ہو۔ تم یہ بھی نہیں جانتے کہ عقل ایک روحانی چیز ہے جسمانیت اور مادیت سے اسے کوئی سروکار نہیں۔ ایک مٹی کی مورت بناؤ۔ اینٹ چونے پتھر کا ایک بت تیار کرو یا مضبوط فولاد کا ایک مجسمہ بنا کر کھڑا کر دو اور کل پرزے لگا کر اسے متحرک کر دو۔ برقی قوت اور مشینوں کے ذریعہ سے اس کے ہاتھ پیروں سے کام لینا شروع کر دو۔ گراموفونی پرزے اس کے پیٹ میں لگا کر اسے بولتے ہوئے انسان کے مشابہ بھی کسی نہ کسی حد تک بنا دو۔ یہ سب کچھ تم کر گذرو گے۔ مگر اس میں عقل انسانی کسی طرح نہ پیدا کر سکو گے

تمہارا سائنس اور تمہاری ترقیاں، اور تمہارا تمدن تو آجکل اچھے خاصے انسانوں کو بے عقل مگر اوقات کی پابند وررڈ سپلین کی پابند مشینیں بنا رہا ہے تم بھلا ایک مشین کو عاقل بالغ انسان کیا بنا سکو گے۔

عقل کے محکمہ سے تو ابتک تمہیں سابقہ ہی نہیں پڑا۔ یہ سچ ہے کہ ان بے حس مگر باحرکت مشینوں کے بنانے میں تمہیں کسی قدر عقل ضرور خرچ کرنی پڑتی ہے اور نہ صرف وہ تھوڑی سی عقل جو تم رکھتے ہو بلکہ تمہارا اس دنیا میں زندہ ہونا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ تم میں بھی روح ہے اور تم علاوہ اس جسم خاکی کے روح بھی رکھتے ہو، مگر اس روح کی طرف سے تمہاری بے التفاتی اور اس کے متعلق تمہارا جہل اور اسکی اصلی غذا سے تمہارا اسے محروم رکھنا تمہاری عقل کی موجودہ خرابیوں کا باعث ہے گو تم تسلیم نہ کرو مگر عملاً تمکو بھی روح سے ایک تعلق ہے اگرچہ وہ تعلق نہایت ضعیف و محدود ہے۔ تم کو روح سے بس اتنا ہی واسطہ ہے کہ وہ تمہارے جسم کو زندہ رکھتی ہے۔ روح کی طرف سے تمہاری بے اعتنائی کے یہی معنی ہیں کہ روح میں عالم ارواح سے متعلق جو کمالات پیدا کرنے کی صلاحیت ہے ان سے تم بالکل اجنبی ہو۔ مگر جہاں روح کے وہ افعال ہیں جو عالم بالا سے متعلق ہیں وہاں اس کا ایک فعل یہ بھی ہے کہ وہ کچھ عرصہ تک تمہارے جسم عنصری کو اس دنیا میں زندہ رکھتی ہے بس روح کے اسی ایک فعل سے تمہیں عملی تعلق ہے خواہ تم اس تعلق کو خیال میں نہ لاؤ اور اس کا اعتراف نہ کرو، اور اس معنی میں باوجود نہ جاننے اور نہ ماننے کے روح سے تمہارا ایک محدود تعلق ہے جس قدر روح سے تمہارا تعلق محدود ہے اسی قدر تمہاری عقل کا فعل بھی محدود ہے۔ اور جس قدر تم اپنی عقل کے فعل کو محدود کرتے جاتے ہو اسی قدر تمہاری عقل سکڑتی جاتی ہے سائنس اور آرٹس میں جو ترقیاں تم کر رہے ہو وہ عقل کی محدودیت ہی کا نتیجہ ہیں؛ اور فوق المادہ اور مابعد الطبیعی امور میں جو تمہاری نگاہ کام نہیں دیتی وہ بھی تمہاری عقل کی محدودیت کا نتیجہ ہے پچھلی بات کا سمجھ لینا آسان ہے مگر ممکن ہے کہ پہلی بات کے سمجھنے میں یعنی یہ سمجھنے میں کچھ اشکال پیش آئیں کہ عقل کی محدودیت کا نتیجہ سائنس اور آرٹس کی ترقی کیونکر ہو سکتی ہے۔ اس لئے یہ بات ذرا مزید تفصیل کی محتاج ہے۔

عالم ارواح کے مقابلہ میں عالم اجسام یا عالم مادہ کثیف نہایت تنگ و تاریک اور نہایت درجہ محدود ہے۔ تم نے اپنے میدان عمل کو مادیت کی چہار دیواری میں محدود کر رکھا ہے اور ظاہر ہے کہ محدود احاطہ میں محدود قوت خوب کام دیتی ہے۔ ایک معمولی چراغ لو اور رات کے وقت اسے ایک وسیع اور کھلے ہوئے میدان میں رکھدو۔ اس کی روشنی اس میدان میں بالکل کام نہ دیگی۔ وہ چراغ شب تاریک میں اس میدان میں صرف ایک جگنو کی طرح چمکیگا جو باوجود خود روشن ہونے کے میدان کو روشن نہ کر سکے گا۔ مگر اس چراغ کو لاکر کسی چھوٹی سے بند کوٹھڑی میں رکھدو۔ ساری کوٹھری روشن ہو جائے گی۔ میدانوں میں بیشمار جگنوں شب تاریک میں چمکتے پھرتے ہیں۔ مگر تاریکیٔ شب کو دور نہیں کر سکتے۔ لیکن ایک جگنوں بئے کے گھونسلے کو روشن کر دیتا ہے۔

اے ترقی جدید کے متوالو! تمہاری عقل کے جگنوں عالم ارواح کی فضائے بسیط میں کام نہیں دیتے مگر مادیت کے بئے کے گھونسلے کو روشن کر دیتے ہیں۔ ہمارے لیمپ کی روشنی اعلیٰ تر مناظر کی سیر میں مصروف ہے۔ وہ بئے کے گھونسلے کو بھی باہر سے دکھلا رہی ہے اور اس کے طول و عرض کو بھی تبلا رہی ہے۔ مگر گھونسلے کے اندر جانا نہیں چاہتی۔ اب تم سمجھ گئے ہوگے کہ ارباب روحانیات نے اگر ہوائی جہاز ایجاد نہیں کئے اور جدید آلاتِ ہلاکت کے ذریعہ خلق اللہ پر موت کی دھواں دھار بارش نہیں کی تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ عقل و فہم و ادراک میں وہ حضرات تم سے بہت زیادہ بڑھے ہوئے نہیں ہیں۔ اور نہ یہ لازم آتا ہے کہ تمہاری محدود و کمزور اور ناقص عقل تم لوگوں کی صحیح رہنمائی کر رہی ہے۔

تمہارا فہم ناقص جس ترقی پر ناز کر رہا ہے اور تمہارے کوتاہ اندیش مشرقی مقلد جس ترقی کی نقل اوتارنا اپنا معراج سمجھتے ہیں، اگر انصاف سے دیکھا جائے تو وہ ترقی بنی نوع انسان کے لئے مصیبت عظیم ثابت ہو رہی ہے۔

تمہارے تمدن نے مشکلات زندگی کو بڑھا دیا، کشمکش ہستی کو سخت کر دیا، تنازع للبقا کو بہت زیادہ

تلخ بنا دیا تمہارے ممالک میں ایک طرف انتہا درجہ کا تمول انتہا درجہ کی خود غرضی کے ساتھ اور انتہا درجہ کی وحشیانہ قوت انتہا درجہ کی رعونت وخود پرستی کے ساتھ اپنے غلبہ کے نشہ میں سرشار ہے، تو اس کے ساتھ ہی بلکہ اسی کے سایہ میں دوسری طرف انتہا درجہ کا افلاس انتہا درجہ کی مصیبت بے بسی اور کس مپرسی کی اعصاب شکنی میں مبتلا ہو کر پہلے حسرت و تمنا کے ساتھ دولت کا منہ تکتا ہے، پھر مایوس ہوتا ہے، پھر مجبور ہو کر نہایت خونخوار بغاوت پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ ان حالات کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نہ تمہارے دولتمند چین سے بیٹھنے پاتے ہیں، نہ تمہارے مفلس اور مزدوری پیشہ لوگ صبر و قناعت کی دولت سے متمتع ہو سکتے ہیں معیار زندگی تم نے بلاوجہ اور بلا ضرورت اس قدر بڑھا دیا ہے، ضرورت زندگی میں اس درجہ لایعنی اضافہ کر دیا ہے، فضول خرچیوں کو اپنی کوتاہ نظری سے لوازمات زندگی میں شامل کر لیا ہے کہ اب امراء کے لئے اپنی وجاہت کا برقرار رکھنا اور غرباء کے لئے اپنی ہستی کا قائم رکھنا دشوار ہو گیا ہے مصنوعات میں زیادتی ہے مگر تجارت میں انحطاط۔ بازاروں میں مال کی کثرت ہے مگر خریداروں کی قلت۔ تم اپنے ان ہی پرانے غلط اصولوں پر قائم رہ کر نئی نئی تجویزیں سوچتے ہو، نئے نئے اعلانات شائع کرتے ہو، اپنی رعایا کو مطمئن کرنے کے لئے نئے نئے وعدے کرتے ہو، سکہ کی قیمتوں میں اپنی مصلحتوں کی بنا پر کتر بیونت کرتے رہتے ہو، چند وقتی عارضی اور سطحی نتائج پر اپنے دل کو طفل تسلی دے لیتے ہو، مگر واقعات کی دنیا میں کوئی تسلی بخش اور اطمینان پیدا کرنے والی تبدیلی نہیں واقع ہوتی۔

ہمسایہ ممالک کے باہمی مناقشات رشک حسد اور کینہ کی آنچ میں گرم ہو کر عداوت کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ اور تمہارے آپس کے جا و بیجا مقابلوں اور جائز و ناجائز مسابقت باہمی نے تمہیں اور ساری دنیا کو اور بھی زیادہ بے چین کر رکھا ہے۔ تم میں سے ہر قوم اپنی ہمسایہ قوموں بلکہ دنیا کی تمام دیگر اقوام کو اپنے مقابلہ میں ذلیل سمجھتی ہے جس کی وجہ سے اس دنیا میں عام اخوت انسانیت کا پیدا ہونا ناممکن ہو گیا ہے۔ باوجود تقریروں اور تحریروں کے میدان میں حریت اور آزادی کا نہایت

اپنا جھنڈا بلند کرنے کے تمہیں کالے گورے میں امتیاز کے مرض ہی سے ابھی تک نجات حاصل نہیں ہوئی۔
ہم قوم اور غیر قوم، ہوم (Home) اور فارن (Foreing) اپنے اور پرائے کی
تفریق تمہیں متفرق و منتشر کئے ہوئے ہے۔ جس طرح اپنے علم اور سائنس کی قوت سے تم نے گذشتہ جنگ یورپ کو
خونخواری اور بہیمیت میں جنگ ہائے گذشتہ سے بڑھا دیا اسی طرح اسی علم اور سائنس کی بڑھتی ہوئی قوت
کی بدولت تمہارے ممالک میں جرائم کی نوعیت و روز افزونی کی بھی قرون ماقبل میں نظیر نہیں ملتی۔
سائنٹیفک آلات سے چوریاں ہوتی ہیں۔ سائنٹیفک ایجادات سے قتل شنیعیاں عمل میں آتی ہیں۔ ادویہ جدیدہ سے
مسروق بیہوش کئے جاتے ہیں، موٹر پر سوار ہو کر ڈاکے ڈالے جاتے ہیں۔ دولتمندوں کے معصوم بچے چوری ہو جاتے
ہیں اور مار ڈالے جاتے ہیں، اور مجرموں کے گرفتار کرنے میں پولیس ناکام رہتی ہے۔ انصاف کو تم نے اتنا گراں
کر دیا ہے کہ غربا اسے خریدنے سے عاجز ہیں۔

تمہارے اس حیا سوز اور اخلاق شکن تمدن میں عورتوں کے مسئلہ نے اس درجہ نزاکت اختیار کر لی
ہے کہ تم خود بھی چکر میں آ رہے ہو۔ نسوانی بے باکیاں اور سینہ زوریاں تمہاری زندگی کو تلخ کر رہی ہیں، تمہاری
خانہ داری کو برباد کر رہی ہیں، تمہاری اولاد کی پرورش اور تربیت میں مشکلات پیدا کر رہی ہیں، اور تمہاری
سوسائٹی کے شیرازہ کو درہم و برہم کر رہی ہیں۔ نیم برہنگی فیشن میں داخل ہوتی جاتی ہے جسے تم بیک ٹو نیچر
(Back to nature) یعنی "مراجعت بہ فطرت" سے تعبیر کرتے ہو۔ باوجود اس بڑھتی ہوئی
برہنگی اور اس تقلیل لباس کے درزی کا بل اور پف پوڈر، لپ اسٹک ( ) اور
اس نوع کی دیگر چیزوں کے اخراجات شوہروں کے دیوالے نکال رہے ہیں۔ نکاح سے بیزاری و طلاق
کی گرم بازاری، مزید برآں توالد و تناسل کی راہ میں روز افزوں رکاوٹ ڈالنے کی جدید کوششیں ثابت کرتی ہیں کہ تم لوگوں
کی نگاہ میں بنی نوع انسان کی وہ وقعت نہیں جو وقعت کہ مشینوں کو حاصل ہے۔ جن کے نزدیک مشین انسان
کا کام دینے کے لئے [illegible] لاحاصل ہے

نسوانی کی پیچیدگیوں نے افسوس ہے کہ جدید یورپ کے معیار شرافت کو بدل ڈالا۔

تم نے ایک عرصہ تک اپنے کو اور دوسروں کو اس مغالطہ میں رکھا کہ تمہارا طرز حکومت مائل بجمہوریت ہے۔ حالانکہ فرمانروائی کا لطف حقیقتاً تم میں کی کسی نہ کسی اعتبار سے جماعتِ غالب ہی کے حصے میں آتا رہا۔ اس کا جو لازمی نتیجہ ہونا تھا وہ ہوا یہاں تک کہ تم کو بھی اعتراف کرنا پڑا کہ جمہوریت ناکام رہی۔ تمہاری آنکھوں کے سامنے ڈکٹیٹرشپ کے نام سے اب پھر شخصی حکومت جمہوریت کی جگہ لے رہی ہے۔ بیچارہ ہندوستان، مفلس ہندوستان، عقل سلیم سے معرا ہندوستان، یورپ کا پسخوردہ کھانے والا موجودہ ہندوستان، اب جبکہ دنیا نے جمہوریت کے خلاف فیصلہ سنادیا، جمہوریت کی طلب و تمنا میں ٹھنڈی آہیں کھینچ رہا ہے۔

سٹی ٹیمپل لنڈن کے ڈاکٹر ایف۔ ٹی۔ نارووڈ (Dr. F. T. Norwood) جو دنیا کی سیاحت میں مصروف ہیں آج کل ہندوستان آئے ہوئے ہیں۔ حال میں انہوں نے ریاست ٹرانکور کے صدر مقام ٹراونیڈ ورم میں ایک تقریر کی ہے جسکے چند اقتباسات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں یہ تقریر ۶۔ نومبر ۱۹۳۳ء کے ٹائمس آف انڈیا میں شائع ہو چکی ہے۔

"دنیا میں آجکل جو تباہی رونما ہے وہ ان تمام تباہیوں سے مختلف ہے جو اس سے قبل دنیا میں پیش آچکی ہیں ساری دنیا آج کل جس تباہی میں مبتلا ہے اس کا باعث نہ تو افلاس ہے نہ کمزوری بلکہ اس کا باعث انتہای تمول اور انتہائی قوت ہے۔ زمانہ ماقبل کے لوگوں پر سیلاب اور قحط کی بدولت تباہیاں نازل ہوئیں مگر ان تباہیوں میں ان لوگوں پر وہ شدید مصیبتیں نہیں ٹوٹیں جو آج لوگوں پر ٹوٹ رہی ہیں۔ پہلے انسان کو سائنس پر کبھی اتنی کامل دسترس حاصل نہ ہوئی تھی جتنی کہ اب اسے حاصل ہے نہ کبھی اس سے قبل مصنوعات کی تیاری اور فراہمی کی قوت میں انسان کو وہ کمال حاصل ہوا تھا جو کہ آجکل اسے حاصل ہے۔ مگر باوجود

ان تمام باتوں کے دنیا جس شدید مصیبت میں آج مبتلا ہے ایسی پہلے کبھی مبتلا نہ ہوئی تھی اس کا سبب یہ ہے کہ اشیاء کی پیداوار بہت زیادہ اور ان کا نکاس بہت کم ہے۔

لوگوں نے روپیے کو بہت زیادہ عزیز رکھنا شروع کر دیا ہے جس کا یہ نتیجہ ہو رہا ہے کہ غربا و مساکین کے روٹی کپڑے تک کا انتظام نہیں کیا جاتا۔ افریقہ میں کیپ ٹون سے لیکر ممباسہ تک خشک سالی کی وجہ سے دیسی آبادیاں شدید اور دردناک افلاس میں مبتلا ہیں۔ مگر اسی ملک میں کمبرلی کی ہیرے کی کانیں تول میں آجکل اس قدر بڑھ رہی ہیں کہ پہلے کبھی ایسی حالت نصیب نہیں ہوی۔ جو کیفیت کہ ہیرے کی افریقہ میں ہے وہی کیفیت چائے کی دوسرے ملک میں اور فواکہات کی تیسرے ملک میں ہے درانحالیکہ غربا سب جگہ یکساں طور پر افلاس اور شدائد میں مبتلا ہیں۔

"جبتک کہ انسان قوانین فطرت کی مخالفت کرتا رہے گا موجودہ مصیبتوں کا خاتمہ نہ ہوگا۔ یورپ کی جنگ عظیم مصائب دنیا کے متعلق جہل انسانی کا ایک نہایت مہیب مظاہرہ تھی۔ اس جنگ کو ختم ہوئے پندرہ سال گذر چکے ہیں گر آج بھی ہر شخص اس کا مشاہدہ کر سکتا ہے کہ اب بھی ایک انسان دوسرے انسان کے ساتھ ایسا وحشیانہ برتاؤ کر رہا ہے کہ اس کے مقابلہ میں جنگل کے رہنے والے وحشیوں کے قوانین اخلاق زیادہ مستحق عزت و احترام معلوم ہوتے ہیں بعض اقوام کا بھی باہمی برتاؤ آجکل بالکل وحشیانہ ہے۔ روس نے ایک جدید اقتصادی تنظیم کی بنیاد ڈالکر تمام دنیا کی جڑوں کو ہلا ڈالا جرمنی کو بالکل نہتا بنا کر اس کی فوجی قوت کو نیست و نابود کر دیا گیا ہے۔ مگر باوجود اس کے گذشتہ چودہ سال سے یورپ کی متفقہ پالسی یہی چلی آرہی ہے کہ جرمنی کو اور بھی زیادہ پامال کیا جائے۔ اور اب یہ ہو رہا ہے کہ اس کے جواب میں اس ملک میں بھی ایک زبردست خونخوار قومی لہر دوڑ رہی ہے

جاپان نے بوجہ اپنے ملک کے گھٹے ہوئے ہونے کے، نیز بوجہ اس کے کہ جنگ عظیم نے تمام دنیا کو تھکا ڈالا ہے اور مضمحل کر رکھا ہے بہت بڑا نفع حاصل کیا۔ اس نے دنیائے جدید پر براہ راست حملہ کر دیا اور اقوام عالم کی متفقہ ناراضی کا جواب اپنی فوجی قوت کے مظاہرہ سے دیا ۔۔ ++

" موجودہ مصائب کے دفعیہ کے لئے دو باتیں نہایت ضروری ہیں :۔

" ایک یہ کہ بجائے اس کے کہ صنعت و حرفت کو دولت کا خادم بنایا جائے، دولت کو صنعت و حرفت کا خادم بننا چاہیئے ۔

" دوسرے یہ کہ انسان کو انسان کے ساتھ عدل و رحمدلی و شفقت و محبت کا برتاؤ کرنا چاہیئے اور اپنے خدا کے سامنے عجز و انکسار کے ساتھ جھک کر اور بچ کر چلنا چاہیئے ۔"

اقتباسات مندرجہ بالا نمونہ ہیں ان خیالات کا جو تم ہی میں سے چند لوگ، تمہارے ہی ملک کے رہنے والے، تمہاری ہی تعلیم و تربیت میں نشو نما پائے ہوئے، تمہاری اندرونی حالت سے پوری طرح باخبر، صحیح واقعات سے متاثر اور ان کے نتائج بد سے خائف ہو کر ظاہر کرنے پر مجبور ہو رہے ہیں۔ تم خود بھی اپنی کمزوریوں اور خرابیوں سے واقف ہوتے جاتے ہو تمہیں بھی اب نظر آنے لگا ہے کہ تمہارا تمدن تمہیں کس جانب لیجا رہا ہے۔ اپنی ناکامیوں کا تم بارہا تجربہ کر چکے ہو۔ لیگ آف دی نیشنز کی مجبوریوں اور بے بسیوں کا اپنی آنکھ سے مشاہدہ کر رہے ہو۔ ڈس آرمامنٹ کانفرنس کو نا شاد و نامراد ہچکیاں لیتا اور دم توڑتا دیکھ رہے ہو۔ اور آنے والی مصیبتوں کے دفع کرنے کی تم اپنے میں کوئی قابل اعتماد قوت نہیں پاتے۔ باوجود ان تمام باتوں کے تم اب تک اس زبردست ہستی کی جانب مائل نہیں ہوتے جو حقیقتاً تم پر حکومت کر رہی ہے؛ جو تمہارے منصوبوں کو الٹ دیا کرتی ہے، جو تمہارے تخمینوں کو غلط ثابت کر دکھاتی ہے، اور جو تمہاری فرعونیت کے سر پہ ہتھوڑوں پہ ہتھوڑے برساتی چلی جاتی ہے ۔

باوجود اس عقل و دانش کے جس کا تمہیں بڑا گھمنڈ ہے، تم کائنات پر نظر ڈالتے ہو مگر خالق کائنات

کی جانب تمہاری نظر نہیں جاتی، قانون قدرت کو مانتے ہو مگر قانون ساز کو نہیں مانتے، اپنے چاروں طرف افعال کا مشاہدہ کرتے ہو مگر فاعل کو نہیں دیکھتے، مجاز میں ڈوبے ہوئے ہو، حقیقت پر نظر نہیں جاتی، سایہ کے پیچھے دوڑتے ہو، اصل کی جانب رخ نہیں کرتے۔ آیات مندرجۂ بالا میں اللہ کی نشانیوں کی تکذیب، اور اخلد الی الارض اور واتبع ہواہ سے اسی جانب اشارہ ہے۔

تمہاری یہ کوتاہ نظری تمہاری تمام کمزوریوں، تمام خرابیوں، تمام ناکامیوں، اور آیندہ آنے والی تمام تباہیوں کا باعث ہے۔ تمہاری تمام خرابیوں کی جڑ نفسانیت ہے۔ نفسانیت سے خود غرضی پیدا ہوتی ہے۔ خود غرضی سے جھگڑے کھڑے ہوتے ہیں۔ جھگڑوں سے آپس میں پھوٹ پڑ جاتی ہے اور یہ پھوٹ آگے چل کر ایسی ایسی صورتیں اختیار کر لیتی ہے جیسی کہ ۱۹۱۴ء کی خونخوار اور تمدن سوز جنگ۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَلَا تَتَّبِعُ الْهَوٰى اَنْ تَعْدِلُوْا ۔ (النساء - ۲۰)

"پس تم خواہش نفس کا اتباع نہ کرنا کہ اعتدال سے تجاوز نہ کر بیٹھو۔"

وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (ص ۲)

"خواہش نفسانی کی پیروی نہ کرنا۔ وہ تم کو خدا کے راستے سے (جو کہ صحیح اور اصلی راستہ ہے) بھٹکا دیگی۔"

اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ۭ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۔ (الجاثیہ - ۳)

"کیا تم نے اس شخص کی حالت بھی دیکھی جس نے اپنی خواہش نفسانی کو اپنا خدا بنا رکھا ہے اور اس سبب سے باوجود اس کے علم رکھنے کے اللہ تعالیٰ نے اسے گمراہ کر دیا ہے اور اس کی سماعت اور اس کے دل پر مہر لگا دی ہے اور اس کی بینائی پر پردہ ڈال دیا ہے۔ بھلا اللہ تعالیٰ کے (اس فعل کے) بعد کون اسے راہ راست پر لائے پس کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے۔"

اس میں ذرا بھی شبہ کی گنجائش نہیں کہ جو لوگ نفس کے غلام ہیں، جنھوں نے خواہش نفس کو اپنا

معبود بنا لیا جو اپنے دل کا چاہا پورا کرنے کی کوشش میں رات دن منہمک رہتے ہیں گو اس میں انھیں کامیابی مطلق نصیب نہ ہو، راہ راست سے بہت دور ہیں اور جبتک وہ اپنی اس روش کو نہ بدلیں راہ راست پر آ بھی نہیں سکتے اُن کی علمی ترقیاں اون کی سائینٹفک ایجادات اُن کی بحری و بری فوجی قوتیں اُن کی حکمت عملی اور سیاسی تدبیریں اُن کی لیگ اور کانفرنسیں غرضکہ اُنکی کوئی چیز ضلالت وگمراہی کی تباہی سے انہیں محفوظ نہیں نہیں رکھ سکتی۔ اللہ کے کئے ہوئے کو کوئی رد نہیں کرسکتا جب اللہ تعالیٰ ہی نے انہیں گمراہ کر دیا تو پھر کوئی چیز اُن کی ہدایت کا ذریعہ نہیں بن سکتی۔ ہدایت وضلالت مثل زندگی اور موت کے حق تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہیں اسی نے زہر میں مار ڈالنے کی قوت رکھدی جس نے ہیڈ روسینک ایسڈ کھا لیا اُسے یقیناً اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا کسی میں طاقت نہیں کہ اُسے بچا سکے۔ اسیطرح جس نے اپنے نفس کو اپنا معبود بنا لیا اسے اللہ تعالیٰ نے گمراہ کر دیا۔ اب کس میں یہ طاقت ہے کہ اسے راہ راست پر لاسکے۔ تاریخ شاہد ہے کہ تمام گذشتہ قومیں نفس پرستی ہی کی بدولت تباہ ہوئیں۔ اسی نفس پرستی کی بدولت یورپ بھی بہت تیزی اور بہت سرعت کیساتھ تباہی کے گڑھے میں جا رہا ہے۔ جبتک وہ نفس پرستی سے توبہ نہ کرے اس کے بچاؤ کی کوئی صورت نہیں۔ یہ حق تعالیٰ کا اٹل فیصلہ ہے جسے کوئی بدل نہیں سکتا۔

وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ (الانعام - ۱۴۰)

"اور تیرے پروردگار کا کلام صدق و عدل کے اعتبار سے کامل ہے، اس کے کلام کا کوئی بدلنے والا نہیں وہ خوب سننے والا جاننے والا ہے"۔

یورپ والو! کیا تم یہ کہتے ہو کہ ہم تو حب الوطنی اور قوم پرستی میں شہرہ آفاق ہیں ہم جو کچھ کرتے ہیں ملک اور قوم کے لئے کرتے ہیں۔ ملک کے لئے خون بہاتے ہیں۔ قوم کے لئے سر کٹاتے ہیں۔ ہماری یہ قربانیاں نفسانیت اور خود غرضی پر کیوں کر محمول ہوسکتی ہیں؟ ہم یہ کہتے ہیں کہ تمہاری ملک و قوم پرستی تمہاری نفسانیت کا اظہار اور ایک وسیع پیمانہ پر خود غرضی ہے اور اس کے سوائے کچھ بھی نہیں تعلیم یافتہ اور ذرا سمجھدار دنیادار دل ہے اسی نوع کی خود غرضی کا اظہار کرتا ہے۔ اگر کوئی

سمجھدار شخص جہاز پر سفر کر رہا ہے اور وہ جہاز کسی خطرہ میں آگیا ہے تو سمجھدار مسافر اپنی ذاتی سلامتی اسی میں دیکھیگا کہ پورے جہاز کو تباہی سے بچانے کی کوشش میں مصروف ہو جائے۔ جہاز اور جہاز والوں کو ہلاکت سے بچانے میں وہ شخص صرف اپنی سلامتی ڈھونڈ رہا ہے۔ اگر اس جہاز کے بچانے میں مسافروں سے لدے ہوئے دس دوسرے جہاز ڈوبتے ہیں تو ڈوبیں۔ اسے تو صرف اپنے جہاز کی سلامتی مقصود ہے۔ اس کی یہ خواہش خودغرضی سے مبرا کیونکر ہو سکتی ہے؟ یہ دوسری بات ہے کہ یہ خودغرضی کسی قدر عقلمندی پر مبنی ہے اور ان جاہلوں کی سی خودغرضی نہیں جو کسی خطرہ کو دیکھکر بجائے اس کے کہ سب ملکر اس خطرہ کے دفعیہ کی کوشش میں مصروف ہو جائیں نفسی نفسی پکارنے لگتے ہیں اور اپنے ذاتی اور شخصی نفع کی لالچ میں محض جہالت سے آپس ہی ایک دوسرے کے درپئے آزار ہو جاتے ہیں۔ بہر نوع عقلمندی پر مبنی ہو یا حماقت پر، اخلاقی اعتبار سے خودغرضی ہمیشہ خودغرضی ہی رہیگی اور ایک ہی نام سے پکاری جائے گی۔ بلکہ اغلب ہے کہ تعلیمیافتہ اور چالاک لوگوں کی خودغرضی دوسروں کے حق میں زیادہ خطرناک اور مضرت رساں ثابت ہو۔

اہل مغرب کی خودغرضی تعلیمیافتہ اور سمجھدار دنیا داروں کی سی خودغرضی ہے وہاں کے چھوٹے چھوٹے ملک کے رہنے والے اپنے چھوٹے سے ملک کو تھوڑا سا فائدہ پہنچانے کی لالچ میں کسی بڑے ملک کو یا بڑے بڑے ممالک کو بڑے سے بڑا نقصان پہنچا دیں تو وہ لوگ قوم پرستی کے مذہب کے تحت میں اپنی اس حرکات کو بالکل جائز سمجھیں گے۔ ہر قوم اپنی سرسبزی کے لئے دوسری قوموں کو ویران کرنے پر ہر وقت آمادہ رہتی ہے۔ ایسی صورت میں دنیا میں امن و امان کے قیام کا تیقن کیونکر ممکن ہے؟

یورپ سچے خدا کے سامنے سر نہیں جھکاتا مگر قوم پرستی کے اس جھگڑالو بت کے آگے سجدہ میں پڑا رہتا ہے۔ وہاں کے بعض سمجھدار لوگ اس بت کو توڑنا تو نہیں چاہتے مگر ہر قوم کے مختلف بتوں کی کانفرنس منعقد کر کے ایک بین الاقوامی مفاہمت اور باہمی سمجھوتہ پیدا کر لینا چاہتے ہیں

جس سے یورپ کے امن میں خلل واقع ہونے کا اندیشہ جاتا رہے۔ مگر ہر قوم پر خود غرضی کا بھوت اس بُری طرح مسلط ہے کہ کوئی ممکن العمل سمجھوتہ قائم نہیں ہونے پاتا۔

یورپ کی دیکھا دیکھی بعض مشرقی ممالک میں بھی اس بت کی پرستش شروع ہو چلی ہے اور ان ممالک کے باشندوں نے بھی اپنے جدید استادوں کے فیضان صحبت اور فیضان تعلیم سے اپنے ملکی، سیاسی، معاشرتی، اور اقتصادی امور کو قوم پرستی کی ٹیڑھی عینک سے دیکھنا شروع کر دیا ہے۔ ایران، افغانستان اور ہندوستان میں آجکل ملکی اور غیر ملکی کی جو بحثیں چھڑنی شروع ہوی ہیں وہ اسی نجس ناپاک، مفسدانہ، خود غرضانہ، تنگ خیالی پر مبنی، اور اسلامی تعلیمات و نیز اسلامی روایات کے خلاف جذبہ کا نتیجہ ہے۔

اوپر تفصیل سے سمجھایا جاچکا ہے کہ ان تمام خرابیوں کی جڑ نفسانیت ہے۔ نفسانیت کا واحد مؤثر علاج للّٰہیت ہے للّٰہیت مذہب سے پیدا ہوتی ہے۔ مذاہب دو اقسام کے دنیا میں رائج ہیں (۱) مذہب حقہ۔ اور (۲) مذاہب باطلہ۔ مذہب حقہ ایک ہے اور ایک ہی ہو سکتا ہے۔ مذاہب باطلہ متعدد ہیں۔ جو مذاہب کہ اپنے ابتدائی زمانہ میں سچے تھے مگر بعد میں مسخ ہو گئے وہ بھی بلحاظ اپنی موجودہ صورتوں کے مذاہب باطلہ کی فہرست میں شامل ہیں۔ جو للّٰہیت کہ مذاہب باطلہ کی تعلیم سے پیدا ہوتی ہے ناقص ثابت ہوتی ہے بلکہ وہ للّٰہیت ہی نہیں ہوتی۔ وہ یا تو رہبانیت کی جانب لیجاتی ہے۔ یا مکروہات دنیا، مضرات جسمانی و روحانی، اور موانعات ترقی انسانی کے سیلاب کو روکنے کی کافی قوت نہیں رکھتی۔ جو للّٰہیت کہ سچے مذہب کی تعلیم کا نتیجہ ہے وہ دین اور دنیا دونوں کی فلاح کا باعث ہوتی ہے، روح اور جسم دونوں کو نفع پہونچاتی ہے، مبدا و معاد دونوں کے حقوق پوری طرح ادا کرتی ہے۔ یہی اس کی صداقت کی پہچان ہے۔

روح و جسم میں تعلق باہمی اتنا قوی ہے کہ عالم ناسوت میں دونوں ایک دوسرے کے محتاج ہیں دونوں آپس میں ایک دوسرے سے متاثر ہوتے رہتے ہیں۔ تندرست روح اس دنیا میں تندرست جسم

ناگتی ہے اور تندرست جسم ہمیشہ تندرست روح کا محتاج رہتا ہے۔ روح و جسم دونوں کے مجموعہ کا نام انسان ہے۔ اپنی ترقی کے لئے انسان ان دونوں اجزار کی ترقی کا محتاج ہے اسی طرح دنیا اور آخرت میں بھی بہت قوی تعلق ہے ان دونوں میں سبب اور نتیجہ کی نسبت ہے اس عالم کی زندگی نتیجہ ہے اس عالم کی زندگی کا۔ وہ مذہب ناقص ہے جو روح کو تو آراستہ کرنے کی کوشش کرتا ہے مگر جسم کی طرف سے غافل ہے اس عالم کی زندگی سنوارنے کا دعویٰ کرتا ہے مگر اس دنیا کی زندگی کو بالکل نظر انداز کئے ہوئے ہے۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ مذہب کو سیاسیات سے الگ رکھو، تمدن و معاشرت کو مذہب سے جدا رہنے دو، امور دنیوی میں مذہب کو دخیل نہ ہونے دو وہ مذہب حقہ کی حقیقت سے واقف نہیں۔ وہ لوگ مذاہب باطلہ کی کمزوریوں اور خرابیوں سے ڈرے ہوئے ہیں اور ان کا یہ قول مذاہب باطلہ ہی پر صادق آتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ مذاہب باطلہ نہ صرف دنیا کے لئے بلکہ عقبیٰ کے لئے بھی سخت خطرناک اور مہلک ہیں۔ ان مذاہب باطلہ سے لوگوں کی نفرت حقیقتاً مذہب حقہ کی جیت ہے۔

افسوس اس امر کا ہے مذاہب ناقصہ سے بھڑکے ہوئے اور زخم خوردہ لوگوں نے بلا دیکھے بھالے، بلا سوچے سمجھے، اور بلا معقول تحقیقات کے مذہب حقہ کو بھی مذاہب باطلہ پر قیاس کر لیا اور اپنی اس غلطی کی بدولت انہوں نے اپنے آپ کو اور اپنے زیر اثر لوگوں کو اس نعمت سے محروم رکھا۔

ہمارے نزدیک اور اللہ کے نزدیک اور جملہ محققین اہل بصیرت کے نزدیک مذہب حقہ بس ایک ہی ہے اور ع

فاش میگویم و از گفتۂ خود دلشادم

کہ اس سچے مذہب کو اسلام کے متبرک نام سے موسوم کیا گیا ہے إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ یورپ کے موجودہ اور آئندہ مصائب کا باعث اسلام سے انحراف ہے۔ یورپ اپنی سلامتی کیلئے

اور آنے والی تباہی سے بچنے کے لئے اسلام ہی کا محتاج ہے۔ یورپ ہی پر کیا موقوف ہے۔ ساری دنیا اسی مذہب حق کی پیاسی ہے اور عجیب بات ہے کہ پیاسی ہونے کے باوجود اپنی پیاس سے بے خبر ہے تشنگی کی تکلیف تکلیف محسوس ہو رہی ہے مگر اسکا پتہ ابھی تک نہیں چلا کہ یہ تکلیف کس تشنگی کا نتیجہ ہے اور تشنگی کس چیز کی ہے اور وہ چیز کیونکر اور کہاں میسر آسکتی ہے۔ اجداد پرستی، حجاب ملک وقومیت، عادات ورسم ورواج کی بندشیں، جہالت، تعصب، ضد، ہٹ دھرمی، اور نفسانیت کے اسی نوع کے دیگر کرشمے حجاب نہیں اٹھنے دیتے اور دنیا کو اپنی تشنگی بجھانے کا موقعہ نہیں دیتے۔ ایسی حالت میں یورپ والوں کا فرض ہے کہ وہ اسلام کے متعلق اپنی لاعلمی کو دور کریں غلط فہمیوں کا ازالہ کریں، تعصب کو بالائے طاق رکھیں اور اس چشمہ الٰہی سے خود بھی سیراب ہوں اور محروم دنیا کو بھی سیراب ہونے دیں۔

متعصبین مغرب نے اسلام کو بہت بدنام کیا ہے۔ اسلام کے متعلق بہت کچھ غلط فہمیاں پھیلائی ہیں۔ مگر اسلام کے رخ زیبا پر خاک ڈالنے سے خاک نہیں پڑتی۔ اسلام کا چمکتا ہوا چہرہ ماند نہیں پڑتا ان لوگوں کی اِن حرکات سے اسلام کا کچھ نہیں بگڑتا بلکہ وہ لوگ خود ہی نقصان میں رہتے ہیں اور اپنے ماننے والوں کو نقصان میں رکھتے ہیں۔ یورپ بیچارہ ان ہی متعصبین کی غلط کاریوں کا شکار ہو رہا ہے۔ یورپ کی مصیبتوں اور تباہیوں کے ذمہ دار بڑی حد تک وہ متعصب پادری اور جاہل مصنفین بھی ہیں جو اسلام اور یورپ کے درمیان حجاب بنے ہوئے ہیں۔ ذرا انصاف سے دیکھو کہ اسلام کی چند باتوں پر نادانستہ طور پر اور بلا اعتراف یورپ نے عمل کیا اور بقدر اپنے عمل کے فائدہ اٹھایا۔ اسلام کے بیشتر اصولوں سے یورپ نے گریز کیا اور بقدر اُس گریز کے وہ خمیازہ بھگت رہا ہے۔ اب اگر یورپ اپنے مستقبل کو درست کرنا چاہتا ہے اور جو آنے والی خرابیاں اسے خود کسی حد تک نظر آتی شروع ہوگئی ہیں۔ ان سے بچنے کا متمنی ہے تو اس کے لئے راستہ صاف ہے۔ اپنے بنائے ہوئے قوانین پر چلکر تو اس نے دیکھ لیا، اب ذرا خدا کے بنائے ہوئے قوانین پر بھی چلکر دیکھ لے۔ ضد ہٹ دھرمی اور تعصب نے اب بھی اس کا پیچھا نہ چھوڑا تو جو روز بد آنے والا ہے اس سے اللہ تعالیٰ نہیں اپنی پناہ میں رکھے۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ۔